15 ۔ میدانِ کربلا میں گرمی کی شدت

(میر انیسؔ)

بند نمبر 1

گرمی کا روزِ جنگ کی، کیونکر کروں بیاں
ڈر ہے کہ مثلِ شمع نہ جلنے لگے زباں
وہ لو کہ الحزر، وہ حرارت کہ الاماں
رن کی زمیں تو سرخ تھی اور زرد آسماں
آبِ خنک کو خلق ترستی تھی خاک پر
گویا ہوا سے آگ برستی تھی خاک پر

تشریح:

میر ببر علی انیس بلند پایہ مرثیہ گو شاعر تھے۔ نظم "میدان کربلا میں گرمی کی شدت" ان کے ایک طویل مرثیے کا حصہ ہے، جس میں تخیل اور لفظی تصویر کاری سے میدان کربلا میں گرمی کی شدت کو اجاگر کیا گیا ہے۔

میر انیسؔ میدان کربلا میں گرمی کی انتہا کو بیان کر رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جنگ کے روز بے حد و حساب گرمی تھی۔ اتنی گرمی تھی کہ اس گرمی کا ذکر کرتے وقت یہ ڈر ہے کہ زبان ہی نہ جلنے لگ جائے۔ کرب و بلا ریگستانی خطہ ہے۔ یہاں موسم گرما شدید اور طویل ہوتا ہے۔ محرم میں حضرت امام حسین رضی اللہ کوفہ کی طرف اپنی بیعت کے لیے عازم سفر تھے۔ انہیں یزیدی لشکر نے میدان کربلا میں پڑاؤ ڈالنے پر مجبور کر دیا۔ وہاں شدید گرمی تھی اتنی لو تھی کہ انس و چرند پرند پناہ مانگتے تھے، اتنی تپش تھی کہ ہر ذی روح امان طلب کرتا تھا۔ میدان جنگ کی زمین شدید ترین گرمی کے باعث یوں سرخ ہو چکی تھی جیسے لوہا بھٹی میں لال ہو جاتا ہے۔ آسمان بھی شدتِ تپش کے باعث نیلے سے پیلے رنگ میں تبدیل ہو چکا تھا۔ جب گرمی زوروں پر ہو تو دھول مٹی اڑتی ہے اور گرد و غبار کے بادل مطلع آسمان کو گرد آلود کر دیتے ہیں جس سے اس کا رنگ بدل جاتا ہے۔ نیز نمی نہ ہونے کے باعث آسمان کا رنگ زرد زرد سا محسوس ہوتا ہے۔ اس دن بھی یوں ہی ہوا تھا۔ زمین پر ایک اور قیامت خیز منظر تھا، ٹھنڈا پانی نایاب تھا۔ چشمہ و دریا کا پانی ابل رہا تھا۔ باد سموم چل رہی تھی۔ گرم لو کے تکلیف دہ جھونکے ہر شے کو خشک کر رہے تھے۔ یوں لگتا تھا کہ ہوا سے آگ برس رہی ہو۔ عام طور پر پانی بخارات بن کر اڑے تو ہوا میں خنکی پیدا ہوتی ہے لیکن وہاں بالکل متضاد منظر تھا۔ اتنی شدید گرمی تھی ہوا میں شدید ترین تپش تھی۔ گرم ہوا گویا کسی آگ کے الاؤ سے آ رہی تھی جس نے پورے صحرا کو تنور کی طرح گرم کر دیا تھا۔ ایسے میں راہ حق کے مجاہد نام خدا بلند کرنے کے لیے ثابت قدمی سے باطل کے خلاف ڈٹے ہوئے تھے۔

بند نمبر 2:

وہ لو، وہ آفتاب کی حِدت، وہ تاب وتب
کالا تھا رنگ دھوپ سے دن کا مثالِ شب
خود نہرِ علقمہ کے بھی سُوکھے ہوئے تھے لب
خیمے جو تھے حبابوں کے، تپتے تھے سب کے سب
اُڑتی تھی خاک، خوش تھا چشمہ حیات کا
کھولا ہوا تھا دھوپ سے پانی فُرات کا

تشریح:

میر ببر علی انیس بلند پایہ مرثیہ گو شاعر تھے۔ نظم "میدان کربلا میں گرمی کی شدت" ان کے ایک طویل مرثیے کا حصہ ہے، جس میں تخیل اور لفظی تصویر کاری سے میدان کربلا میں گرمی کی شدت کو اجاگر کیا گیا ہے۔

شاعر میدان کربلا میں گرمی کی شدت بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ہوا شدید گرم تھی۔ بادِ سموم سے ہر چیز جھلس رہی تھی۔ سورج کی حدت اپنی پوری شدت کے ساتھ ہر زمینی شے کو متاثر کر رہی تھی۔ اتنی تپش تھی کہ انسان چرند پرند اور پودے سبھی بے حال تھے۔ گرمی کی حدت کے سبب گرد وغبار کے بادل پورے آسمان کو اپنے محیط میں لیے ہوئے تھے۔ فضا کی ہر چیز جلی ہوئی تھی۔ دھوپ سے فضا جل کر کالی ہو گئی تھی اور دن میں رات کا سماں تھا۔ میدان کربلا میں موجود نہر علقمہ کے لب گرمی کی حدت و شدت سے سوکھے ہوئے تھے۔ نہر علقمہ میں پانی نایاب ہو چکا تھا۔ فرات کے پانی میں بلبلوں کی بری حالت تھی، وہ سب تپ رہے تھے۔ عام طور پر موسم گرما میں دریا کا پانی ٹھنڈا ہوتا ہے۔ اور ارد گرد علاقہ بھی گرمی کی حدت سے محفوظ ہوتا ہے لیکن میدان کربلا میں نہر علقمہ کے ارد گرد آسمان سے آگ برس رہی تھی۔ شدید گرمی اور حدت سے زمین سوکھ چکی تھی اور اوپری تہہ دھول مٹی میں تبدیل ہو چکی تھی۔ ریت اور مٹی ہوا کے دوش پر اڑ رہی تھی۔ زندگی کا چشمہ خشک ہو چکا تھا۔ ہر ذی روح کے لیے جینا محال ہو چکا تھا۔ دھوپ کی تپش سے دریائے فرات کا پانی یوں کھول رہا تھا گویا اسے آگ کے الاؤ پر رکھ دیا گیا ہو۔ شاعر نے اگرچہ مبالغہ آرائی سے کام لیا ہے تاہم مطمع نظر یہ ہے کہ میدان کربلا میں جہاں امام حسینؓ اور دوسرے راہ حق کے مجاہد خیمہ زن تھے وہاں گرمی زوروں پر تھی۔ گرمی کے باعث ابتلا و آزمائش راہِ حق کے قافلے کو درپیش تھی۔

بند نمبر 3:

جھیلوں سے چارپائے نہ اٹھتے تھے تابہ شام
مسکن میں مچھلیوں کے سمندر کا تھا مقام
آہو جو کاہلے تھے تو چیتے سیاہ فام
پتھر پگھل کے رہ گئے تھے مثلِ مومِ خام
سُرخی اُڑی تھی پھولوں سے، سبزی گیاہ سے

پانی کنوؤں میں اُترا تھا سائے کی چاہ سے

تشریح:

میر ببر علی انیس بلند پایہ مرثیہ گو شاعر تھے۔ نظم "میدان کربلا میں گرمی کی شدت" ان کے ایک طویل مرثیے کا حصہ ہے، جس میں تخیل اور لفظی تصویر کاری سے میدان کربلا میں گرمی کی شدت کو اجاگر کیا گیا ہے۔

میر انیس ؔ میدان کربلا میں گرمی کی شدت کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ سورج آگ برسا رہا تھا شدید لو اور حدت تھی۔ تمام ذی روح سہمے ہوئے اپنی اپنی پناہ گاہوں میں دبکے بیٹھے تھے۔ جن کو جھیلوں کی قربت میسر تھی وہ تمام چوپائے جھیلوں میں پانی میں بیٹھ کر گرمی کا مقابلہ کر رہے تھے اور پانی سے ٹھنڈک حاصل کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ چوپائے سارا سارا دن جھیلوں میں بیٹھے رہتے اور شام سے پہلے باہر نہ نکلتے۔ سمندر مچھلیوں کا ٹھکانہ تھا اور وہ زیر آب آگ برساتے سورج اور جلانے والی لو سے بچنے کے لئے چھپی ہوئی تھیں۔ گرمی کی شدت سے ہرنوں کی طاقت ختم ہو کر رہ گئی تھی۔ ہر وقت دوڑنے بھاگنے میں مشہور ہرن گرمی سے نڈھال ہو کر سست اور کاہل ہو چکے تھے، دوڑنے بھاگنے کی طاقت سلب ہو چکی تھی۔ گرمی کی حدت اور شدت سے چیتوں کا رنگ کالا پڑ چکا تھا۔ جانوروں میں پھرتیلے اور چست نظر آنے والے جانور چیتے، بے حال اور نڈھال تھے اور رنگ تبدیل ہو چکی تھی۔ پتھر بھی گرمی کا مقابلہ نہیں کر پائے تھے۔ اتنی گرمی تھی کہ پتھر کچی موم کی طرح پگھل چکے تھے۔ پتھر سخت سے سخت درجہ حرارت کو سہہ جاتے ہیں لیکن میدان کربلا میں شاعر کے بقول اتنی گرمی تھی کہ پتھر بھی گرمی کی شدت برداشت نہ کر سکے اور غیر پختہ موم کی مانند پگھل کر رہ گئے۔ اتنی زوروں کی گرمی تھی کہ پھول اپنا رنگ و روپ کھو بیٹھے تھے۔ تمام گلوں سے سرخی غائب تھی۔ ہری بھری گھاس کا رنگ اُڑ چکا تھا، گھاس پیلی پڑ چکی تھی۔ کنوؤں میں پانی، گرمی سے گھبرا کر سائے کی تلاش میں، گہرائی میں اتر چکا تھا۔ یعنی شدید گرمی سے پانی بھی پناہ مانگ رہا تھا۔

بند نمبر 4:

کوسوں کسی شجر میں نہ گل تھے، نہ برگ و بار
ایک ایک نخل جل رہا تھا صورتِ چنار
ہنستا تھا کوئی گل، نہ لہکتا تھا سبزہ زار
کانٹا ہوئی تھی سوکھ کے ہر شاخِ باردار
گرمی یہ تھی کہ زیست سے دل سب کے سرد تھے
پتے بھی مثلِ چہرہ مدقوق زرد تھے

تشریح:

میر ببر علی انیس بلند پایہ مرثیہ گو شاعر تھے۔ نظم "میدان کربلا میں گرمی کی شدت" ان کے ایک طویل مرثیے کا حصہ ہے، جس میں تخیل اور لفظی تصویر کاری سے میدان کربلا میں گرمی کی شدت کی منظر کشی کی گئی ہے۔

میر انیس میدان کربلا جہاں حسینی اور یزیدی لشکر کا مقابلہ تھا، میں گرمی کی شدت کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ دسویں محرم کو بے حساب گرمی تھی۔ ہر چیز جھلس چکی تھی۔ میلوں تک گرمی کا راج تھا۔ درختوں پر سے پھل پھول غائب تھے۔ سب گرمی کا شکار ہو چکے تھے، کھجور کا ہر درخت بے ثمر چنار میں تبدیل ہو چکا تھا۔ سارے نخلستان ٹنڈ منڈ ہو چکے تھے۔ نہ تو کہیں کلیاں تبسم کرتی تھیں نہ سبزہ زار مہکتے تھے۔ گرمی نے سبزہ زاروں اور گلوں کے چہروں کو کُملا دیا تھا یا سکھا دیا تھا۔ پھلدار درختوں کی ہر شاخ سوکھ کر کانٹا ہو چکی تھی۔

شدید گرمی نے ہر ذی روح پر اثرات مرتب کیے تھے۔ ہر کوئی پریشان تھا اور زندگی ختم ہونے کے خوف سے دوچار تھا۔ سب کے دل گرمی کے اثرات سے موت آنے کے ڈر سے سرد پڑ چکے تھے۔ حرکتِ قلب گرمی کی مرہونِ منت ہے لیکن اس بلا کی گرمی سے وہاں ہر زندہ شے کے دل، جان کے خوف کے باعث ٹھنڈے پڑ چکے تھے۔ پتے تپ دق کے مریض کے چہرے کی طرح پیلے پڑ چکے تھے۔

بند نمبر 5

شیر اُٹھتے تھے نہ دھوپ کے مارے کچھار سے
آہُو نہ مُنہ نکالتے تھے سبزہ زار سے
آئینہ مہر کا تھا مکدر غُبار سے
گردُوں کو تپ چڑھی تھی زمیں کے بُخار سے
گرمی سے مُضطرِب تھا زمانہ زمین پر
بُھن جاتا تھا جو گرتا تھا دانہ زمین پر

تشریح:

میر ببر علی انیس بلند پایہ مرثیہ گو شاعر تھے۔ نظم "میدان کربلا میں گرمی کی شدت" ان کے ایک طویل مرثیے کا حصہ ہے، جس میں تخیل اور لفظی تصویر کاری سے میدان کربلا میں گرمی کی شدت کی منظر کشی کی گئی ہے۔

میر انیسؔ میدانِ کربلا میں گرمی کی شدت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ تیز دھوپ کی تمازت نے ہر زندہ شے کو بے حال کر دیا تھا اور شیر جیسا بہادر جانور دھوپ کے ڈر سے اپنی کچھار سے باہر نہیں نکل رہا تھا۔ ہرنوں کی جان لبوں پر آئی ہوئی تھی، وہ سبزہ زاروں میں سائے میں بیٹھے گرمی سے بچنے کی کوشش کر رہے تھے۔ تیز دھوپ کے باعث سطح زمین دھول مٹی میں تبدیل ہو چکی تھی۔ اور فضا ساری دھول مٹی سے اٹی ہوئی تھی۔ گرد و غبار کے بادلوں نے سورج کے چہرے کو مکدر کر دیا تھا۔ زمین اتنی گرم تھی کہ اس کی حدت سے آسمان کو بخار ہو چکا تھا۔ زمین پر انسان چرند پرند سب بے چین اور بے حال تھے۔ گرمی برداشت سے باہر ہو چکی تھی۔ زمین اتنی گرم ہو چکی تھی کہ بھٹی پر رکھے ہوئے برتن کی طرح تپ چکی تھی۔ چنانچہ اناج کا جو بھی دانہ زمین پر گرتا بھن جاتا۔ میر انیسؔ نے راہ حق کے مجاہدوں یعنی حسینی قافلے کے ارکان کی قوت برداشت اور ثابت قدمی کو اجاگر کرنے کے لئے دسویں محرم کی گرمی کی شدت کو بیان کیا ہے کہ اتنی زوروں کی گرمی میں بھی قافلہ راہِ حق کے پایہ استقلال میں لغزش نہیں آئی تھی۔

بند نمبر 6:

گرداب پر تھا شعلہ جوالہ کا گُمان
انگارے تھے حباب تو پانی شرر فشاں
منھ سے نکل پڑی تھی ہر اک موج کی زباں
تہ پر تھے سب نہنگ، مگر تھی لبوں پہ جاں
پانی تھا آگ، گرمیِ روزِ حساب تھی
ماہی جو سیخِ موج تک آئی، کباب تھی

تشریح:

میر ببر علی انیس بلند پایہ مرثیہ گو شاعر تھے۔ نظم "میدان کربلا میں گرمی کی شدت" ان کے ایک طویل مرثیے کا حصہ ہے، جس میں تخیل اور لفظی تصویر کاری سے میدان کربلا میں گرمی کی شدت کی منظر کشی کی گئی ہے۔

میر انیس میدانِ کرب وبلا میں گرمی کی شدت کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ دریا میں موجود بھنور پر گھومتے ہوئے شعلے کا گماں ہوتا تھا۔ گویا پانی اتنا گرم ہو چکا تھا کہ گرداب پر دہکتے الاؤ اور گھومتے ہوئے شعلے کا گماں ہوتا تھا۔ بلبلے گرمی کی شدت سے انگاروں میں تبدیل ہو چکے تھے اور پانی چنگاریاں اڑا رہا تھا۔ پانی کی تمام موجیں بے چین تھیں اور مارے گرمی کے ان کی زبانیں منہ سے باہر لٹک رہی تھیں۔ جیسے جانور گرمی سے بے حال اور نڈھال ہو کر زبانیں باہر نکال لیتے ہیں اسی طرح لہریں بھی گرمی سے بے حال ہو چکی تھیں۔ اتنی شدید گرمی تھی کہ پانی میں رہنے والے بڑے جانور جیسے مگرمچھ، زیرِ آب تھے اور گرمی کی حدت وشدت سے بچنے کے لیے تہہ میں پناہ لیے ہوئے تھے لیکن اس کے باوجود ان کی جان لبوں پہ آئی ہوئی تھی۔ گرمی کی حدت وہاں بھی پوری آب وتاب سے موجود تھی۔ پانی آگ کی مانند گرم تھا اور اتنی شدید گرمی تھی کہ روز قیامت کا گماں ہوتا تھا۔ قیامت کے دن جب سورج سوا نیزے پر ہوگا تو شدید گرمی ہوگی اور شدتِ گرمی سے انسانوں کی زبانیں باہر لٹک رہی ہوں گی۔ اور زمین تانبے کی طرح سرخ ہو گی۔ دسویں محرم کو بھی اتنی گرمی تھی کہ قیامت کا دن محسوس ہوتا تھا۔ گرمی کی انتہا کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ پانی کھول رہا تھا اور وہ مچھلی جو موج کی سیخ تک یا سطحِ آب تک آتی کباب کی مانند بھن جاتی۔ میر انیس نے معرکہ حق و باطل جو حسینی (رضی اللہ) قافلے اور یزیدی فوجوں کے درمیان ہوا تھا اس دن کی گرمی کو بیان کر کے امام حسین (رضی اللہ) اور ان کے رفقاء کے جذبہ ایثار اور ثابت قدمی کو نمایاں کیا ہے کہ اتنی شدید گرمی میں بھی وہ حق کے لئے ڈٹے ہوئے تھے۔